ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی

از جناب مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی

محمد اکبر شاہ شاہ عالم کے منجھلے بیٹے تھے بدھ کے دن ۷ ررمضان ۱۱۷۳ھ کو لکھن پور زاہدان میں "مبارک محل" کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

"مبارک محل" خاندان سادات سے تھی۔ ذی الحجہ ۱۱۷۱ھ میں شاہ عالم نواب نجیب الدولہ کے پاس قیام پذیر تھے وہیں ان سے عقد کیا تھا[1]۔

واقعات | شاہ عالم کو ان سے بہت محبت ہوگئی تھی جہاں دار شاہ کو بلانا چاہا نواب اودھ اور انگریزوں نے ازراہ مصلحت ان کو نہ آنے دیا۔ صندس میں مرہٹوں نے اکبر شاہ ثانی کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ نواب غلام قادر خاں دلی سے جب میرٹھ بھاگا تو ان کو بھی ساتھ لیتا گیا اور بیدار بخت کے بجائے بادشاہ بنایا۔ مرہٹوں نے غلام قادر کو شہید کیا تو شاہ عالم پھر کابل ہوتے جہاں دار شاہ کے انتقال کے بعد ہی ولی عہد قرار دئے گئے۔

شادی | ۱۱۹۵ھ میں شاہ عالم نے ان کی بڑی دھوم دھام سے شادی کی تھی۔ امیر الامرا مرزا نجف خاں ذوالفقار الدولہ وزیر نے دولہا دلہن کو تحفے میں لاکھوں روپیہ کا سامان پیش کیا تھا ان کی اولاد میں بڑے ابوظفر بہادر شاہ تھے جو ایک راج پوت خاتون کے بطن سے دوسرے

[1] شاہ عالم نامہ ص ۶۳ و دیباچہ نادرات شاہی ص ۵۳

مرزا جہانگیر جو ممتاز محل کے بطن سے ۱۸۰۵ء / ۱۲۲۱ھ میں پیدا ہوتے تھے۔

جلوس "شاہ عالم" ۱۹ نومبر ۱۸۰۶ء / ۱۲۲۲ھ میں انتقال کر گئے تو محمد اکبر شاہ ثانی کی اس وقت ۴۹ سال کی عمر تھی۔

پہلا دربار اکبر شاہ ثانی غرضیکہ ۱۸۰۶ء میں محمد اکبر شاہ ثانی زیب افروز تخت سلطنت ہوئے پھر تو ہر روز بادشاہ دربار کرتے رزیڈنٹ و دیگر حکام کمپنی اور امرائے سلطنت باریاب ہوتے لال پردہ سے باہر روبروئے تخت تین جگہ مجرا ہوتا تھا عملہ حبشی و چوبدار دعا بڑے بہ لفظ نگاہ روبرو جہاں پناہ بادشاہ یا حضرت جہاں پناہ سلامت مجرا کرایا کرتے تھے جب بادشاہ سے کچھ کلام کرتے تھے۔ اراکین خلافت بادشاہ کو بہ لفظ کرامت پیر و مرشد قبلہ عالم جہاں پناہ سے مخاطب کرتے۔

سواری عیدین پر بادشاہ فیل پر سوار ہو کر عازم عیدگاہ ہوتے ہاتھی رنگا رنگ اور زریں جھول سے سجا ہوتا لالہ موہن لال ملک الشعرا متخلص بہ منعم نے صفت فیلانِ شاہی میں ایک مثنوی بھی لکھی ہے۔

فیل مستش چو قلعہ الوند زدہ پہلو بہ آسمان بلند
خط شنجرف بر جبین خوش رنگ چوں شفق جانب قلم و رنگ

جس امیر کے دروازہ سے سواری گذرتی حاضر ہو کر نذر پیش کرتا باشارۂ چشم قبول ہوتی فیلبان اٹھا لیتا مسٹر اجیلڈ سٹین صاحب بہادر جن کو ناظم الدولہ سیف الملک خطاب تھا اور سر چارلس مٹکاف صاحب مخاطب بہ منتظم الدولہ مختار الملک ساتھ سواری کے ہوتے واپسی پر بادشاہ خلعت فاخرہ سے ہر ایک کو حسب مراتب نوازتے۔

دعوائے تخت نشینی رسم تخت نشینی کے بعد ہی بادشاہ مرحوم کے بڑے لڑکے مرزا جہان بخت

کی بیوہ شہزادی قتلق سلطان بیگم (دنیا بیگم) نے گورنمنٹ میں درخواست دی جس میں اپنے بیٹے خرم بخت کے لئے تخت کا دعویٰ کیا۔ محروم الارث ہونے کی بنا پر خارج کر دیا گیا۔

واقف: اکبر شاہ کی تخت نشینی پر گورنر جنرل نے جو تہنیت نامہ بھیجا اُس میں بادشاہ کو یقین دلایا کہ آپ کی خدمت و اقتدار اور امن و اطمینان کی حکومت برطانیہ ضمانت کرتی ہے۔

"بادشاہ نے گورنر جنرل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ خواہش کی مرحوم شاہ عالم اور لارڈ ولزلی کے درمیان جو عہد و پیمان ہو چکا ہے۔ اس کی رو سے شاہی وظیفہ میں اضافہ کیا جائے۔ اس یاددہانی کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ سلطنت کے اخراجات بڑھ گئے ہیں"[1]

قضیہ ولی عہدی: اکبر شاہ ثانی کی منظورِ نظر بیگم "ممتاز محل" کی یہ سعی تھی کہ بادشاہ کا تیسرا بیٹا مرزا جہانگیر ولی عہدی کے منصب پر فائز ہو مگر گورنمنٹ نے فیصلہ کر دیا کہ شہزادہ ابو ظفر خلف اکبر ہیں لہٰذا وہی ولی عہد قرار دے دیئے گئے۔ اکبر شاہ نے جہانگیر کے لئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا مگر اُن کی چلی چلائی کچھ نہیں۔

بادشاہ کی ولی عہدی پر برہمی: بادشاہ سلامت شاہزادہ ابو ظفر سے بے حد خفا اور ناراض رہتے مگر یہ جب حاضر ہوتے مؤدب گھٹنوں باپ کے سامنے کھڑے رہتے مگر "ممتاز محل" کا جادو اکبر شاہ پر ایسا تھا کہ وہ جہانگیر پر شاہوا تھا گورنمنٹ نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ

"بادشاہ کے دوائل جہانگیر کی ولی عہدی کے معاملہ میں خاطر خواہ اثر نہ ڈال سکے بادشاہ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ صرف ہماری کا وشوں اور محنتوں کا ثمرہ ہے کہ

---

[1] دیباچہ راجہ رام موہن رائے از ڈاکٹر مجمدار

کمال اطمینان و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہو مناسب ہے کہ بغیر چون و چرا کے گورنمنٹ کے مشورہ پر عمل کرو جو کہ ہمیشہ تمہاری خیر خواہی میں ہوتے ہیں وظیفہ شاہی کے اضافہ کی درخواست درخور اعتنا سمجھی گئی۔[1]"

کیونکہ گورنمنٹ جو رقم ادا کرتی تھی وہ حقیقتاً اس رقم سے زیادہ ہی نہ تھی جو بادشاہ کو مرہٹوں کے زوال سے پہلے ملتی رہی تھی بلکہ موجودہ حالات کے تقاضہ سے یہ رقم ان کے آرام اور شاہانہ طور پر زندگی بسر کرنے کے لئے کافی تھی۔

<u>خطرہ</u> | گورنمنٹ برطانیہ کو خطرہ لاحق تھا کہ بہت ممکن ہے کہ وظیفوں کا اضافہ بادشاہ کے لئے ایسے ذرائع مہیا کر دے جو ان کے مفاد اور بقا کے لئے مضر رساں ہوں بادشاہ سے بار بار درخواست کی گئی کہ وہ گورنمنٹ کے حکام کے مشورہ پر عمل پیرا ہوں اور جیسا وہ کہتے ہیں کرے "

<u>خط و کتابت</u> | گورنمنٹ کی خط و کتابت ریذیڈنٹ کے توسط کے بغیر ناپسند کی گئی اور ریذیڈنٹ کو ہدایت کر دی گئی کہ بادشاہ کے خطوط جو گورنمنٹ کو بھیجے جائیں وہ ان کی دیکھ بھال اور جانچ کر لیا کرے ریذیڈنٹ کو یہ بھی ہدایت کی گئی کہ اگر ان باتوں سے حسب دلخواہ نتیجہ نہ نکلے تو وہ اشارۃً بادشاہ کو متنبہ کر دے "

<u>پالیسی کی تبدیلی</u> | سر چارلس مٹکاف نے جو اس وقت دہلی میں نائب ریذیڈنٹ تھا گورنمنٹ کے نرم طریقۂ عمل کو ناپسند کیا۔ اس کے خیال میں اس سے بادشاہ دہلی کو قابل اعتراض طرز عمل اختیار کرنے کا بہانہ ملتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "بادشاہ اپنے نام نہاد اختیارات پر پھولا بیٹھا ہے"

---

[1] راجہ رام موہن رائے از مجیب دار

مسٹر سیٹن جیسے مزاج کا آدمی جس رکھ رکھاؤ اور فیاضی کے ساتھ اس عزیب کٹھ پتلی سے پیش آتا ہے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کے زعم باطل میں ترقی کی لہر اُٹھے ریزیڈنٹ کے طرز عمل کے متعلق سر چارلس مٹکاف اپنے ایک دوست کو لکھتا ہے

"میں سیٹن صاحب کی خاندان شاہی کے ساتھ پالیسی سے زیادہ متفق نہیں ہوں یہ اخلاق کی پستی اور طرز عمل کی کمزوری کی وجہ سے ہے کہ ایک نامور گرے ہوئے خاندان کا اتنا لحاظ اور پاس کیا جائے جو نہ ظاہر دارانہ طور پر درست ہے اور نہ جس کو مروت چاہتی ہے اس سے برطانوی گورنمنٹ کے نمایندے کا اقتدار مٹا جاتا ہے" حالانکہ حقیقتاً دہلی پر اسی کی حکومت ہونی چاہئے علاوہ ازیں اُسی شاہی عظمت اور حکومت کے جذبات قوی ہو رہے ہیں۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ یہ جذبات دائمی طور پر محو خواب ہو جائیں یہ نتیجہ میری آنکھوں کے سامنے بسرعت مرتب ہو رہا ہے یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ یہ ہماری نیت نہیں ہے کہ بادشاہ کو کل شاہی اختیارات از سرنو ملجائیں لہذا ہم کو ایسے طرز عمل پر گامزن نہیں ہونا چاہتے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بادشاہ حکومت کا پھر خواب دیکھنے لگے"...... ہمیں بادشاہ کے شاہی اقتدار کی کوششوں کو فوراً روک دینا چاہئے اور وہ حد بھی بتا دینی چاہئے جس سے نام نہاد بادشاہ کے ساتھ ادب اور اطاعت کے معاملے میں ہم آگے نہیں بڑھیں گے"[1]

اگر اس مقصد کے لئے شاہ کے خالی نام کو بھی مٹا دینا ضروری ہو تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔ حالانکہ میں چاہتا تھا کہ اس نام کو سر دست اس کے پاس چھوڑ دیا جائے"[1]

---

[1] دیباچہ راجہ رام موہن رائے صفحہ ۹۷

مقبرہ شاہ عالم کی تعمیر کا مسئلہ | بادشاہ نے ریذیڈنٹ کو اپنی مالی دشواریوں کے متعلق لکھا اور گورنمنٹ سے استدعا کی کہ اس کے والد مرحوم کی قبر پر ایک یادگار نصب کی جائے اور گزارش کی کہ اس یادگار کو برقرار رکھنے کے لئے کچھ جائیداد اور روپیہ اس نیک مقصد کے لئے وقف کر دیا جائے۔

ریذیڈنٹ نے گورنمنٹ کو اپنے نجی نوٹ میں لکھا کہ بادشاہ کی مندرجہ بالا مشکلات روپیہ کی کمی کی وجہ سے اتنی نہیں جتنی کہ اس کی بدنظمیوں سے ہیں اور بادشاہ کی آخری درخواست بھی قابل منظوری نہیں ہے۔

ریذیڈنٹ کو ہدایت کی گئی ..... بادشاہ کے کل ناجائز مطالبات کا انسداد کرے خواہ وہ بادشاہ کی دماغی پیداوار ہوں یا دوسروں کے مشورہ کا نتیجہ۔

وفد شاہ جی | مگر اکبر شاہ نچلے نہ بیٹھے وفد بھیجنے کی سوجھی پہلے گورنمنٹ نے انکار کیا پھر رضامندی دے دی اس پر شاہ جی اور راجہ شیر لعل بادشاہ کی طرف سے پریسیڈنسی بھیجے گئے یہ وفد شاہ جی کے نام سے موسوم ہے۔

گورنمنٹ کے ایرانی سفیر نے وفد سے ایک ملاقات کی جس کے نتائج سے ایک سال بعد ۱۳ مارچ ۱۸۳۱ء کو ریذیڈنٹ متعینہ دہلی کو مطلع کیا گیا ایرانی سفیر نے تجویز کیا تھا۔ "کہ یہ ضروری ہے کہ وفد شاہ جی ناکام ہو کیونکہ بادشاہ کے نجی نمائندہ کی بات تسلیم کر لینے کی صورت میں ریذیڈنٹ کا اقتدار ختم ہو جائے گا جو کہ ناپسندیدہ ہے۔"

چونکہ بادشاہ کی درخواستوں کو کئی بار ٹھکرایا جا چکا تھا اس لئے گورنمنٹ کے خیالات ریذیڈنٹ کے پاس روانہ کر دیئے گئے تاکہ بادشاہ کو ان سے آگاہ کیا جا سکے

ایرانی ناظم نے تحریر کیا ہے کہ شاہ جی کا پہلا عمل اس شرط کی خلاف ورزی تھی

جو گورنمنٹ نے عاید کی تھی یعنی وہ گورنر جنرل کے لئے ایک اعزازی خلعت لے گیا جس کی بادشاہ سے ممانعت کر دی گئی تھی کیونکہ گورنر جنرل کو خلعت دینے کے یہ معنی ہوتے تھے کہ گورنمنٹ برطانیہ ظاہری رسوم کی پابند ہے اور اطاعت گذار ہے شاہ جی نے اس امر کے اعلان کرنے میں بھی کچھ پس و پیش نہیں کیا کہ یہ تجاویز نہ صرف خاص سرداروں اور شاہزادوں کے لئے اس قسم کے اعزاز عطا کرنے کی تمہید ہیں بلکہ برطانوی گورنمنٹ کی اطاعت کے بعد اگر کوئی انکار کرے تو مجرم اور مستوجب سزا ہوگا۔ لیکن ان تمام بیجا تجاویز کو گورنمنٹ نے رد کر دیا آگے چل کر حکام نے یہ فیصلہ کیا کہ خط اور خلعت اور وہ تمام خطوط مع تحائف جو بادشاہ کی ماں اور بیگم نے شاہ جی کے معرفت گورنر جنرل کو بھیجے تھے ایرانی دفتر کے توسط سے وصول کئے جائیں اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ ریزیڈنٹ کو ہدایت کی گئی کہ اگر شاہ جی بادشاہ سلامت سے گورنمنٹ کے بارے میں کوئی شکایت کرے تو اس کی تردید کرے تاکہ بادشاہ کے دل میں حکومت کے خلاف کوئی میل نہ آئے۔

غرضیکہ اسی طرح شاہ دہلی کی شہنشاہیت کے ادعاء کو روک دیا گیا۔ دیگر عرضداشتیں مختلف فوائد کے لئے دی گئی تھیں مثلاً اضافہ وظیفہ شاہی کا پرانا مطالبہ کہ وہ ایک لاکھ تیس ہزار ماہوار تک بڑھا دیا جائے حق انتخاب ولیعہد ساز و سامان، لوازمات شاہی کا مہیا کرنا، ولیعہد کے وظیفہ کا اجراء۔ امراء و شہزادگان کی نذریں گزراننے کی پرانی رسموں کی بحالی۔ آگرے کی ضبط شدہ اراضی کی واگذاری اور ان انتظامی شرائط کی پابندی جو لارڈ ولزلی نے ۱۸۰۵ء میں کی تھی ان مطالبات سے کثر کی منظوری سے حکومت نے انکار کر دیا گورنمنٹ کو امید تھی کہ مذکورہ بالا وفد کے ناکامیاب نتائج بادشاہ کو اس کے ناجائز مطالبات ترک کرنے کی ترغیب دینے

میں حائل ہوں گے اور بادشاہ کو ایسی راہ پر لگادیں گے جو شاہی خاندان کی مجبوریوں کے حسب حال ہو بہر کیف شاہ صاحب کے وفد کی ناکامیابی بادشاہ کے دل پر خاطر خواہ اثر پیدا نہ کرسکی وہ مایوس نہ ہوئے اور دوبارہ گورنمنٹ سے بلا تعین مقدار وظیفہ بڑھانے کی درخواست کی اولاً ریذیڈنٹ نے قناعت کرنے کے لئے کہا مگر وہ کوشش میں ناکام رہا اور آخرش بادشاہ کے شدید اصرار پر اس نے درخواست آگے بڑھادی۔

اس عرضداشت میں اول تو شاہ جی کے وفد کا تذکرہ تھا پھر گورنمنٹ برطانیہ کی ان خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا جو انھوں نے خاندان شاہی کے ساتھ کیا تھا اور بعد میں یہ تشریح تھی کہ مرحوم بادشاہ کے لوازمات برقرار رکھنے اور دوسرے امور کے باعث میں سخت مالی الجھن میں مبتلا ہوں اس لئے حکومت برطانیہ کو از راہ عنایت میرے آڑے وقت کام آنا چاہئے۔ بادشاہ کے مراسلہ کی بنیاد جنرل لیک کے مراسلہ پر تھی جس میں یہ کہا گیا تھا کہ شاہی خاندان کی کفالت کے انتظام محض عارضی ہیں آئندہ جنگ کے اثرات زائل ہوتے ہی اطمینان بخش انتظام کردیا جائے گا۔

ریذیڈنٹ نے ان دلائل کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے اس کا فیصلہ گورنمنٹ پر چھوڑا اور یہ فیصلہ کیا کہ گورنمنٹ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ یہ شرط لگادے کہ کسی شہزادے کو بھی مسلح آدمی رکھنے کی اجازت نہیں اس شرط کا اشارہ بالخصوص شاہزادہ جہاں گیر کی طرف تھا جس کے شکوہ کے سامنے خود ولیعہد کی شان ماند پڑ گئی تھی جبکہ اس کے دماغ میں ولیعہدی کا سودا سمایا ہوا تھا۔

زمانہ نے بادشاہ کے ساتھ سازگاری کی اور منٹو کو بادشاہ پر رحم آیا اور اس نے تمام مراسلات کا جائزہ لیا مندرجہ بالا جانچ پڑتال کا ایک خاکہ یادداشت کی شکل میں بورڈ

کو بتاریخ ۳ جون ۱۸۵۳ء روانہ کر دیا گیا جس میں شاہی وظیفہ کو ۱۲ لاکھ سالانہ بڑھا دینے کی سفارش کی تھی گورنمنٹ کے وزیر نے ریذیڈنٹ متعینہ دہلی کو ان جملہ شرائط سے مطلع کر دیا جس پر وہ فوراً کاربند ہونا چاہتی تھی اس فیصلہ کی ابتدا اسی طرح کی گئی کہ تمام خط و کتابت کے صحیح معاینہ اور واقعات حاضرہ کے جائزہ نے ان دلائل کو جو اب تک بادشاہ کے وظیفہ کی زیادتی کے مطالبات کو ناجائز سمجھتے رہے بدل دیا ہے گورنمنٹ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر بادشاہ کو صحیح راستہ پر لگانا چاہا تاکہ وہ اپنی حالت اور حکومت برطانیہ سے اپنے تعلقات کا بہتر اندازہ کر سکے انھوں نے اس سلسلہ میں اپنا یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ گورنمنٹ نے ولیعہد کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ہی اس کا مشاہرہ دینا منظور کر لیا ہے لیکن ولیعہد بادشاہ کے بڑے بیٹے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا شہزادہ جہانگیر کے محافظ رسالہ کی برطرفی کا حکم بھی دے دیا گیا تھا۔

گورنمنٹ نے احتیاطاً ریذیڈنٹ کو ہدایت کی کہ وہ بادشاہ پر یہ واضح کر دے کہ اگرچہ گورنمنٹ نے شاہی وظیفہ میں اضافہ اولیں یادداشتوں کے وقت سے کیا ہے مگر بایں ہمہ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل یہ مناسب سمجھتا ہے کہ بادشاہ ان شرائط کی تعمیل وظیفہ میں ترقی کے وقت سے کرے۔ انھوں نے یہ بھی ریذیڈنٹ کو تبلایا کہ شاہی وظیفہ کے ازدیاد پر شاہ حاجی کے وفد کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ ریذیڈنٹ مذکورہ بالا فیصلہ پاتے ہی بوجوہ چند بادشاہ کو اس سے مطلع نہ کر سکا ایک وجہ یہ تھی کہ اس خبر کی وصول یابی کے ایک ہفتہ قبل محل میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا بادشاہ نے محل کے پھاٹکوں پر قبضہ کا حکم دے دیا مرزا جہانگیر نے جارحانہ اقدام کیا اس کشمکش میں شہزادے کی محافظ فوجوں کی کچھ جانیں بھی ضائع ہوئیں نتیجہ کے طور پر بادشاہ کا دل اس سے بہت مشوش ہوا اور اس خیال سے کہ مبادا عوام کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ بادشاہ کے لئے یہ فیصلہ ایک

قسم کی مفاہمت بلکہ یہ کہ شاہزادہ جہانگیر کو الٰہ آباد جلا وطن کر دے لہٰذا مناسب سمجھا گیا کہ
یہ فیصلہ ملتوی رکھا جائے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ حاجی اور راجہ نیسیرل کچھ دنوں پہلے دہلی میں وارد ہوئے تھے
اگر اس کا اعلان کیا جاتا تو ممکن تھا کہ یہ لوگ اپنی قابلیت پر محمول کرتے مگر کچھ دنوں بعد جبکہ بادشاہ
کا دل سکون پذیر ہو گیا اور بادشاہ نے اپنے لڑکے کو ولی عہد کے عہدے پر مفتخر کر دیا تو
اُس وقت ریذیڈنٹ نے مناسب سمجھا کہ گورنمنٹ کے اس فیصلے سے بادشاہ کو مطلع کرے
جس پر اظہار اطمینان و مسرت کیا گیا۔ گورنر جنرل کے خط کے جواب میں بادشاہ نے زوردار
الفاظ میں اس فیصلہ پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا اور گورنر جنرل کے ساتھ وابستگی اور کامل اعتماد
کا یقین دلایا بادشاہ نے اس کی تمنا کی کہ اس کے بیٹے مرزا جہانگیر کو جلد از جلد واپس بلا لیا جائے
اور ریذیڈنٹ نے بھی اس کی سفارش کی چنانچہ گورنمنٹ نے چند شرائط کے ساتھ شہزادے
کی واپسی کو منظور کر لیا۔ بادشاہ نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔ شاہی معاملات کے متعلق مذکورہ بالا
فیصلے سے جو امیدیں وابستہ تھیں ان پر جلد ہی پانی پھر گیا اور بادشاہ دیرینہ مقاصد کو حاصل کرنے
کی تمنا میں ایک ایسے فتنہ سے دوچار ہوا جس سے اُس کے وقار کو زبردست ٹھیس لگی یہ فتنہ
پران کشن وفد کے نام سے مشہور ہے

پران کشن مرشد آباد واقع بنگال کا رہنے والا تھا جو دولت و اقبال کی تلاش میں سرگرداں
رہنے کے بعد دہلی میں سکونت پذیر ہوا یہاں کسی درباری کے توسل سے وہ بادشاہ دہلی کا کارندہ
بن گیا اس نے یہ ہوا باندھی کہ بادشاہ کی تمنائیں ضرور بار آور ثابت ہوں گی ان کے مطالبات
کو منوانے کی کوشش کی جائے گی اگر وہاں نہیں تو دربار انگلستان میں تو ضرور ہی کامیابی ہو گی۔
بادشاہ نے خوش ہو کر اسے راجہ کے خطاب سے نوازا دیا اور اپنا نمائندہ بنا کر برطانیہ

بھیج دیا۔ اس وفد کی دلچسپ روئداد سر جے۔ ٹی۔ میٹ کاف کے الفاظ میں یہ ہے

اس وفد کی خفیہ تحریک بے حد دلچسپ ہے دو مکار ہندوستانیوں میں جس میں ایک ہندو تھا اور دوسرا مسلمان جس کا سرغنہ ایک مسلمان عالم تھا بادشاہ کو ورغلایا کہ وہ اس کے لئے کلکتہ میں بڑے فرائض انجام دے سکتے ہیں خصوصاً شہزادہ جہانگیر کی جانشینی کے متعلق سر ہنری رسل چیف جسٹس کے ذریعہ سے جس کا لکھا ہوا ایک خط خود بادشاہ کے نام بھی پیش کیا گیا بادشاہ اپنی سادہ لوحی سے ان کے دام فریب میں آگیا۔

یہ عیار بحیثیت وکیل کلکتہ چلے گئے اور ان کا سرغنہ فریب دینے کے لئے دہلی میں ہی مقیم رہا انھوں نے اپنا کام نہایت ہوشیاری سے کیا کوئی جھوٹ اور جعل ایسا نہ تھا جس کو ان دھوکے بازوں نے پہنچنے یا کرنے سے پس و پیش کیا ہو لارڈ وسل کے ہاتھوں اپنے استقبال کی خوب خوب داستانیں گڑھیں اور اس حاکم کے نام سے خوب جعلی خطوط بھیجے انھوں نے بتایا کہ کلکتہ پہنچتے ہی وہ پہلے لارڈ وسل سے ملے اور جس وقت اسے حالات کا علم ہوا وہ کف افسوس ملنے لگا بادشاہ کا خط پڑھ کر وہ انگشت بدنداں رہ گیا اور سفیر کو یقین دلایا کہ اس نے سر مٹکاف گورنر جنرل کو اس مضمون کا ایک خط لکھوایا جس میں اسے بادشاہ کے ساتھ خراب سلوک پر کوسا گیا تھا۔

اس طرح کے جعلی اور جھوٹے خطوط تحریر کر کے انھوں نے اعلیٰ حضرت کو کامل یقین دلایا کہ ان کی عرضداشتیں خاطر خواہ توجہ حاصل کر رہی ہیں انھوں نے بعد کے مراسلہ میں لکھا کہ وہ گورنر جنرل بہادر اور سابق ریزیڈنٹ دہلی کے ہمراہ لندن جا رہے ہیں اور بادشاہ سے دخواست کی کہ ان کی تنخواہ ان کے بدلے ایک دوست کو جس کا نام انھوں نے بتلا دیا تھا دے دیا کریں۔ جھوٹے ملا نے تائید کی کہ یہ بیان صحیح ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہمراہ وکلا رشاہی بھی جہاز

سے روانہ ہو چکے ہیں۔ بالآخر ان فریب کاریوں کا پردہ چاک ہو گیا۔

کلکتہ سے جو خط موصول ہوئے تھے، مٹکاف کے حوالے کر دیئے گئے بادشاہ نے انتہائی تاسف و پریشانی کا اظہار کیا۔ مٹکاف نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر بادشاہ کو مشورہ دیا کہ وہ ناقابل عمل تبدیلیوں کی تکلیف دہ خواہش کو عمل میں لانے کے خواب کو جو کہ اس کی زندگی کے واسطے سوہان روح ہو گئی ہے ترک کر دے

پران کشن کی بھی تذلیل ہوئی اسے خطاب سے محروم کیا گیا۔ مٹکاف کو امید تھی کہ ان کوششوں کے بعد اس کی نصیحت بادشاہ کو آئندہ کیلئے باز رکھے گی لیکن اس کی یہ امید پوری نہ ہوئی کہا جاتا ہے کہ کلکتہ کی ناکامیابیوں کے بعد اس نے لکھنؤ میں نواب وزیر سے دوسری سازش شروع کر دی یہ سازش اس کے بیٹے جہاں گیر کے ذریعہ عمل میں آئی جو الہ آباد سے ایک شادی کی تقریب میں شرکت کے بہانے لکھنؤ گیا تھا تاکہ نواب کی خدمت میں ملتمس ہو کہ برطانوی گورنمنٹ سے وظیفہ میں اضافہ کرا دے۔ مسٹر کے ای۔ لکھتے ہیں۔ در حقیقت خفیہ سازشوں کا ایک سیلاب تھا جو محل سے مسلسل امنڈ آیا تھا حالانکہ وہ اپنے اثرات میں مشکل سے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا تاہم تکلیف دہ ضرور تھا اس لئے اس کے روکنے کی ضرورت تھی وہ خط جو بادشاہ نے نواب وزیر اودھ کو لکھا لکھنؤ کے ریذیڈنٹ کے ہاتھ لگ گیا اور اس سازش کے انکشاف کے نتیجہ میں شہزادے پر پابندی عاید کرنے کی سفارش کی گئی گورنمنٹ نے ایسے طرز عمل پر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے بادشاہ کے زائد وظیفہ کو بند کر دینے کی ہدایت کی جو ۱۸۰۹ء میں منظور ہوا تھا۔ تاکہ بادشاہ کو افسوس ہو۔ یہ طریقہ کار مؤثر ثابت ہوا بادشاہ نے تاسف کیا اور وظیفہ دوبارہ جاری کر دیا گیا۔ شہزادہ کو بھی اس عمل پر ندامت ہوئی۔ اور وعدہ کیا کہ آئندہ گورنمنٹ کی خواہش کے مطابق عمل کرے گا

گورنمنٹ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور شہزادے کے خانگی اخراجات میں کمی کر کے ۱۴۳۱۵ سے ۱۵۰۰۰ روپیہ ماہانہ کر دئے اس کے بعد ہی لارڈ منٹو نے گورنر جنرلی کا چارج لیا لارڈ منٹو نے اپنی ۱۸۰۸ء کی روئداد میں اور باتوں کے ماسوا یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ اپنے ناممکن الحصول مقصد پر اڑا ہوا ہے لیکن طاقت کی محتاجی کی بدولت کھلے بندوں کوشش نہیں کر سکتا اور اتنا بے بس ہے کہ اپنی خواہشات کا اظہار بھی نہیں کر سکتا۔ اسی لیئے وہ ادنیٰ چالوں اور نازیبا سازشوں کے جال میں پھنس جاتا ہے جو محل کی بیگمات اور نائی ذہنیت کے مشیروں کی فکر کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ سرچارلس مٹکاف جب دہلی میں نائب ریزیڈنٹ تھا تو اس نے ارباب حل وعقد کی توجہ ان آنے والے خطرات کی طرف مبذول کرائی جو کہ وہ کمزور مغل بادشاہ کے مطالبات کو نہ دبا کر اپنے واسطے اکٹھی کر رہے تھے۔

وقت گزرتا رہا اور انگریز ہندوستان میں اپنے مقبوضات کو محفوظ سمجھ کر بیرونی دشمنی سے خوفزدہ نہ تھے کیونکہ ان کو اپنی طاقت پر اعتماد تھا۔ لارڈ ولزلی کے عہد میں ایک عظیم الشان منصوبہ ناتمام رہا تھا لیکن دس سال بعد لارڈ ہیسٹنگز کے زمانہ میں اس منصوبہ کے پریشان اجزا رنگ لائے اور اس نے حالات کو اتنا سازگار پایا کہ جلوہ والیانِ ملک پر حکومت برطانیہ کی بالادستی ایک حقیقت نظر آنے لگا۔ ہندوستان اور انگلستان میں انقلاب عظیم ہو چکا تھا اور اسی کے ساتھ ہمارے خیالات میں بھی لارڈ ہیسٹنگز کو شہنشاہ دہلی کے خلاف رویہ کی کارفرمائی کا موقعہ مل گیا یہ کوئی غیر فطری امر نہ تھا کہ ایک نئے گورنر جنرل کے تقرر سے مغل بادشاہ کو اپنی امیدیں سرسبز ہوتے معلوم ہوئیں اور اس نے چاہا کہ وہ سرکار برطانیہ کے نئے افسر سے میل جول پیدا کر کے اپنی دیرینہ آرزوئیں پوری کرے جب بادشاہ کے علم میں آیا کہ گورنر جنرل مغربی صوبہ جات کا دورہ کرنے والا ہے تو

بادشاہ نے ریذیڈنٹ مٹکاف سے ایک حد تک تکلیف دہ سلسلہ نامہ و پیام شروع کر دیا تاکہ اس کی ملاقات گورنر جنرل سے ہو جائے۔ مارکوئس آف ہیسٹنگز کا قول ہے کہ بادشاہ نے کمپنی کی حکومت پر سر اقتدار کو مرجح ثابت کرنے کے مخصوص طریقے میں متعدد ترمیمات کی کوشش کی لیکن آخر کار جب مسٹر مٹکاف نے شہنشاہ کو اس کا یقین دلایا کہ خواہ وہ میرے اعزاز میں کتنی ہی کمی کیوں نہ کریں میں کسی اجنبی حکومت کی برتری اپنی حکومت میں تسلیم کرنے کا مخالف رہوں گا تو بادشاہ نے ملاقات کا خیال ترک کر دیا۔ میرا یہ طرز عمل پارلیمنٹ کے اس عالیہ قانون کی وجہ سے نہ تھا جس کی رو سے کمپنی کے محروسہ علاقہ پر صرف برطانوی تاج کی حکومت تسلیم کی گئی ہے بلکہ ہماری اس غلط پالیسی کے قوی احساس کا نتیجہ یہ تھا کہ شہنشاہ دہلی کے اقتدار کو بہر نوع تسلیم کر لیا جائے۔

سرکار برطانیہ کی اس بے باکانہ پالیسی پر عمل بطور انتظام شروع کر دیا گیا اس جذبہ کے ماتحت جو واقعات بعد کو پیش آئے ان کی چند مثالیں یہ ہیں۔

ایک پرائیویٹ روزنامچہ میں گورنر کا یہ بیان ہے

خاندان تیموریہ کو اس درجہ نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ بات بات میں اس کی رجوع کرنے کی عادت بسرعت مفقود ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ شاہی خاندان کے مراسم و آداب جو ہم نے اپنے اوپر عائد کر لیئے تھے اور جن میں ہماری ماتحتی اور وفاداری کی جھلک تھی۔ ختم ہوتے جارہے ہیں میں نے بھی اس بات کو اس لئے صحیح تصور کر لیا کہ اس کی نمائش و تصنع کو ختم کر دیا جائے خواہ اس کا تعلق ہم سے ہو خواہ دیسی ریاستوں سے۔

لارڈ ولزلی کے عہد تک سرکار برطانیہ کی حکومت ممالک محروسہ پر غیر مکمل تھی لیکن لارڈ ہیسٹنگز کے زمانہ میں ہر طرح باضابطہ مکمل ہو گئی۔ اور جیسا کہ خود لارڈ ہیسٹنگز کے

مندرجہ بالا اقوال سے ظاہر ہے گورنر جنرل نے اس تبدیلی کے اظہار سے کسی موقع پر دریغ نہیں کیا۔ ایک دفعہ جبکہ گورنر جنرل لکھنؤ گیا تو اس نے دیکھا کہ نواب وزیر کی عملداری میں بادشاہ دہلی کے دو بھائی سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ جو کہ نواب وزیر کی فیاضی پر اپنی گذر اوقات کرتے تھے ان کے سامنے نواب نے ایک مرتبہ راستہ میں جبکہ ان کو یہ دونوں شہزادے ملے کسی طرح اپنے ہاتھی کو جھکا کر بادشاہ دہلی سے اظہار عقیدت کیا گورنر جنرل نے فوراً ہی نواب وزیر کو آڑے ہاتھوں لیا اور کہا کہ اظہار فدویت آپ ہی کا حصہ ہے سرکار برطانیہ تو ان غلامانہ آداب کو اب خیرباد کہہ چکی ہے۔ ریزیڈنٹ کو اس بات کی ہدایت کردی گئی تھی کہ وہ موقعہ کی تاک میں رہے اور نواب وزیر کو ان آداب کے ترک کرنے کی ترغیب دیتا رہے۔ ان آداب شاہی ۱م

گورنر جنرل کی یہ امید بار آور ہونے میں کچھ دیر نہیں لگی نواب زادہ کے شاہی لقب اختیار کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ دہلی کے دربار نے برملا غیظ و غضب کا اظہار کیا اور دونوں حکومتوں میں ناقابل عبور خلیج منافرت پیدا ہوگئی اس جدید حکمت عملی کا ایک رخ یہ تھا کہ والی کرنول (Kamonal) کے لڑکے اور جانشین فیض محمد خان نے گورنمنٹ سے یہ درخواست کی کہ اسے خلعت عطا ہو۔

ہیسٹنگز کی سرکار نے ممکن الوجود اعتراضات پر غور کیا جو اب تک اس طرز عمل کے مانع تھے اور بالآخر فیصلہ کر لیا کہ شاہی اختیارات خود اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور اس کو خلعت عطا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن یہ احتیاط کی گئی کہ یہ فیصلہ باقاعدہ اعلان کے ذریعہ مشتہر نہیں کیا گیا۔

ریزیڈنٹ دہلی کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ اگر بادشاہ کوئی اعتراض کرے تو اس کو جواب نہ دیا جائے بلکہ صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ سرکار کی یہی مرضی ہے ایک اور مثال

۱م۔ مغل شہنشاہوں کا عطا کردہ خطاب نواب وزیر کو بادشاہ بنانا ہے

بطور نظیر پیش کی جاتی ہے کہ جے پور کے نئے راجہ نے اپنی گدی نشینی کے موقع پر دہلی سے ٹیکہ کی رسم کے لئے درخواست کی ہسٹنگز نے اجازت نہ دی کیونکہ اس نے خیال کیا یہ باتیں بادشاہ اور دیسی ریاستوں میں رسم وراہ کے دیرینہ رواج کو ختم کرنے کے اصول کے منافی ہیں کیونکہ اگر ان رسوم کو ختم نہ کیا جائے تو بادشاہ کا مٹتا ہوا اقتدار برقرار رہے گا۔

مخصوص جشن شاہی کے موقع پر برطانوی کمانڈر انچیف شاہ دہلی کے سامنے نذر پیش کیا کرتا تھا اس رسم کو موصوف نے یکلخت اڑا دیا کیونکہ اس سے کمپنی کے محروسہ علاقوں پر تاج دہلی کا تفوق نمایاں ہوتا تھا۔

اس وقت برٹش گورنمنٹ کی وابستگی اور ادعائے اقتدار شاہی کے درمیان جو تفاوت تھا اس کو بھی مراسلوں کے مقررہ القاب وآداب میں تصنیف کرکے ختم کردینے کی کوشش کی گئی۔ سر جے۔ ای کول بروک کو جب دہلی میں ریزیڈنٹ مقرر کیا گیا الدین کے محکمہ کے ناظم سررشتہ مفتی انعام اللہ خاں بہادر گوپاموی تھے (تاریخ خصمان گوپامو مصنفہ مفتی محمد حسن) تو اس تقرر کی اطلاع شہنشاہ کی خدمت میں حکومت برطانیہ کے ہندوستان کے نمایندے کی طرف سے ایک نئے انداز کے مراسلے سے دی گئی۔ گورنمنٹ کا ایرانی وزیر اس سلسلے میں لکھتا ہے

سنہ ۱۸۱۹-۲۰ء تک گورنر جنرل ایک بڑی مہر جس پر لقب وفادار اکبر شاہ یا حلقہ بگوش اکبر شاہ کندہ تھا استعمال کرتا تھا اور خط جو بادشاہ کو لکھتا تھا وہ عرضداشت یا درخواست کی شکل میں ہوتے تھے۔

اس وقت یہ ارادہ کر لیا گیا کہ کوئی باقاعدہ رزولیوشن اس مضمون پر نہیں تھا

کہ مہر کو جس پر عبارت مذکور کندہ تھی متروک قرار دیا جائے اور اس کے بجائے وہ مہر جو اس سے پہلے گورنر جنرل کے لئے غیر ملکی مغربی ایشیا کے شہزادوں سے خط وکتابت کے لئے تیار کی گئی تھی استعمال کی جائے اور اسی تاریخ سے برطانوی گورنمنٹ کے افسر اعلیٰ نے بادشاہ سے مراسلت بند کردی۔ جب نئے ریزیڈنٹ کے دہلی میں تقرر اور گورنر جنرل کی آمد و رفت کے مواقع پر مراسلت اور تحریری ثنا خوانی یک لخت رُک گئی تو بادشاہ نے یہ سمجھا کہ میری دانستہ توہین کی گئی ہے اور اس سے اس کو سخت کوفت ہوئی۔

لگے ہاتھوں اور واقعہ بھی سنئے ۲۹ر جنوری ۱۸۲۰ء کو شاہ انگلستان کی وفات اور اس کے لڑکے کے تخت نشین ہونے کی خبر شاہ دہلی کو پہنچائی گئی۔

اس خبر کو سن کر شاہ دہلی نے گورنر جنرل کی معرفت پیغام تعزیت اور نئے بادشاہ کے لئے تہنیت بھیجنا چاہا مگر لارڈ ہیسٹنگز نے شہنشاہ کی اس خواہش کی تعمیل سے انکار کردیا۔

اس کے بعد سے رسمی آداب مراتب کے خلاف برطانوی مزاحمت نمایاں ہونے لگی۔ جس سے بادشاہ اور ارکین شاہی بہت آزردہ ہوئے یہ سچ ہے کہ لارڈ ہیسٹنگز کے رویہ اور طریقہ کار نے بادشاہ کے مفاد میں بہت روڑے اٹکائے لیکن اس طرح نئے گورنر جنرل لارڈ امہرسٹ کی فیاضیوں سے پھر بھی بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں اگست ۱۸۲۶ء میں لارڈ امہرسٹ نے حسب دستور مغربی صوبوں کا دورہ شروع کیا۔

جب بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو قدرتاً وہ اس سے ملنے کا خواہشمند ہوا۔ کچھ رعد تک محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے بعد بادشاہ کو امیدوں کی جھلک نظر آنے لگی۔ جب گورنر جنرل متھرا پہنچا تو شہنشاہ نے اپنے بیٹے مرزا سلیم کو اس کے پاس بھیجا تاکہ وہ مطلع کردے

کہ بادشاہ آپ سے ملاقات کے خواہشمند ہیں ۔ اس ملاقات کی رسمی ترتیب طے ہوجانے کے بعد گورنر جنرل دہلی پہنچا اور بادشاہ سے محل میں ملا ۔ بادشاہ نے ریذیڈنٹ کو لکھا کہ خدا کے فضل سے آخرکار لارڈ امہرسٹ میرے یہاں آئے اور میں نے رازدارانہ طریقہ اور مسرت کے تاثرات سے جو تمناؤں کے بر کرنے کے لئے خوش آمدید کہا ۔ حتی الوسع میں نے ان کی خاطر مدارات کی اور جو معاہدات ہمارے اور گورنمنٹ برطانیہ کے درمیان ہوئے تھے وہ بیان کئے اس کے ساتھ ہی ہم نے اپنی خواہشات بھی ظاہر کر دیں ۔

یہ مراسلہ ایک عرضداشت کی شکل میں تھا جس کو اسی وقت گورنر جنرل کے سکریٹری کو دے دیا ولیعہد نے بھی ایک علیحدہ عرضداشت اپنے معاملات کے متعلق پیش کی اپنی عرضداشت میں بادشاہ نے خواہش کی تھی کہ گورنمنٹ ان شرائط کو جن کے متعلق اس کا خیال تھا کہ گورنمنٹ نے اس کے مرحوم باپ سے کئے تھے پورا کرے ۔

علاوہ ازیں شہنشاہ نے اپنے وظیفہ اور رتبہ کے متعلق جو مدت ہوئی ختم ہو چکے تھے کچھ اور باتیں بھی پیش کیں ، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دوران گفتگو میں ایرانی سکریٹری افضل بیگ وکیل بادشاہ متعینہ ریذیڈنسی سے کہا کہ وہ مضامین جن کا کہ بادشاہ کی عرضداشت میں حوالہ ہے کسی صورت سے بھی سرکاری معاہدے نہیں قرار دیتے جا سکتے اس کا تحریری جواب افضل بیگ نے ۱۴ اگست ۱۸۲۷ء کو دیا اور سکریٹری کے دعویٰ کی یوں تردید کی

(۱) جب ریذیڈنٹ نے دستخط کے بعد جملہ کاغذات شاہ مرحوم کے حوالے کر دئے تو اس فعل سے یہ ثابت ہوگیا کہ فریقین کے مابین معاہدہ ہے ۔

(۲) ان کاغذات میں ایک تحریر موجود تھی جس کی رو سے ستر ہزار روپیہ بادشاہ کو سات مذہبی تقریبوں پر دے جا رہے تھے ۔

(۳) منجملہ اور دفعات کے ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ سزائے موت کے کاغذات شاہ مرحوم کے سامنے حکم ناطق کے لئے پیش کئے جایا کریں۔

(۴) ۱۸۰۵ء کے ضابطہ ۸ میں صریح طور پر تاکید ہے کہ شہر دہلی و مضافات جو شاہی خاندان کی کفالت کے لئے مخصوص ہے کمپنی کی حدود سے باہر ہے۔

بادشاہ نے ۱۸۰۵ء میں اس بات پر زور نہیں دیا کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ریذیڈنٹ خود حکام بالا کے سامنے اس معاملہ کو پیش کردے۔ بادشاہ سلامت اپنی عرضداشت گورنمنٹ کو بھیجنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ ان کو خبر ملی کہ لاٹ صاحب دورہ کرنے والے ہیں اس لئے انھوں نے سوچا کہ اس سے ملاقات کریں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اصل معاہدہ پر عمل کیوں نہیں ہو رہا ہے بادشاہ کے دعوے اس معاہدہ پر مبنی تھے اور وہ ان کے دستبردار نہیں ہونا چاہتے تھے۔

بہرنوع گورنمنٹ نے بادشاہ کی مذکورہ بالا عرضداشتوں کی ایک نقل ریذیڈنٹ متعینہ دہلی کو اس کی رائے معلوم کرنے کو بھیج دی سر چارلس مٹکاف اس وقت دہلی کا ریذیڈنٹ تھا اس نے طویل نوٹ میں اپنے خیالات لکھ کر گورنمنٹ کو واپس کردی ابتدا ہی سے ریذیڈنٹ موصوف بادشاہ کے مطالبات کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات شدید مخالفت بھی کرتا تھا۔ اس نوٹ میں اس نے یہ فرض کرلیا تھا کہ بادشاہ کی عرضداشت کا مقصد محض وظیفہ کی رقم کو بڑھانا تھا۔ اس لئے اس نے یہ ثابت کیا کہ وہ دستاویز جو مرحوم بادشاہ کو ۱۸۰۵ء میں ارسال کی گئی تھی وہ ہرگز گورنمنٹ کی مستقبل کے طرز عمل پر کسی قسم کی پابندی نہیں عائد کرتی تھی بلکہ اس میں صرف گورنمنٹ کے ارادوں کا ذکر تھا حکومت برطانیہ کی نیت کبھی یہ نہ تھی کہ بادشاہ کے ساتھ کوئی معاہدہ کرے

ڈنکان کے دوسرے خیالات مختصراً اسی کے الفاظ میں یہ ہیں۔

"یہ تحقیق نہیں ہے کہ ۱۸۰۵ء کے معاہدہ کا کیا منشا ہے آیا بادشاہ کے لئے وظیفہ کی کوئی خاص رقم منظور کرنا ہے یا اسے کسی خاص علاقہ کی خالص آمدنی دینا ہے"

لیکن یہ یقین کرنے کے لئے کافی وجہ موجود ہے کہ بہر نوع یہی نیت ہو سکتی تھی کہ اس وقت زیادہ سے زیادہ کیا وظیفہ مقرر کیا جائے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کسی مخصوص علاقہ کی بچت کی آمدنی سے یہ مراد ہو کہ وظیفہ کی رقم کا تعین نہ ہو تو یہ امر بھی مبہم رہ جاتا ہے حالانکہ یہ واضح ہے کہ ۱۸۰۵ء میں علاقہ کے اخراجات میں فوجی اخراجات بھی شامل ہیں لیکن میری ۱۸۰۵ء کا منشاء کچھ بھی ہو اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ یا وہ مخصوص علاقہ جو بادشاہ کو دیئے جانے کی تجویز تھی دوسرے سرداروں کو دے دیا گیا تھا اور جو اس سے محفوظ رکھا گیا وہ بادشاہ سلامت کے بار کو اٹھانے کے لئے قطعاً ناکافی تھا لہذا شاہی وظیفہ برابر بلا لحاظ آمدنی ادا ہوتا رہا اور قطعی انتظام ۱۸۰۹ء میں کر دیا گیا۔ جس کی رو سے وظیفہ بڑھا دیا گیا حکومت ہند اور آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرز نے بھی ان وعدوں پر غور کیا جو بادشاہ کے ساتھ پہلے کئے گئے تھے۔

اگر ۱۸۰۵ء کے ارادے کا اطلاق علاقہ دہلی کی آمدنی میں ظاہری اضافہ پر ہو سکتا ہے تو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت کے فیصلہ میں دہلی کا جنوبی حصہ نہیں شامل تھا اور دوسرے اضلاع شامل تھے جو اب علاقہ دہلی سے خارج ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۸۰۹ء میں جو فیاضانہ رقم وظیفہ کی طے ہوئی تھی وہ تقریباً اس رقم کے برابر تھی جو موجودہ علاقہ دہلی کی کل آمدنی میں سے اخراجات حکومت وضع کرنے کے بعد بچ رہتی تھی۔

یعنی تیس لاکھ روپیہ اور اس میں سے فوجی اخراجات بھی ادا کرنے تھے اور اگر اس طریقہ پر عمل کیا جائے تو پھر اس آمدنی میں شاہی وظیفہ نہیں بڑھایا جا سکتا۔

حاصل کلام اس کی معقول وجہ نہیں نظر آتی کہ برٹش گورنمنٹ جو مقررہ رقم بطور وظیفہ بادشاہ سلامت کو دے رہی ہے اور جو بادشاہ سلامت کی مفروضہ ضروریات اور ہماری حیثیت کے مطابق ہے اس میں کسی قسم کی ترمیم کرے۔"

سر چارلس مٹکاف نے ان خیالات کے اظہار کے بعد یہ لکھا کہ وظیفہ کا بڑھانا دشوار ہے البتہ شاہی خاندان کے دور کے عزیزوں کی پرورش میں یقیناً اضافہ کی ضرورت ہے

شہنشاہ کی عرضداشت کے جواب میں گورنمنٹ نے وہی رویہ اختیار کیا جو مٹکاف کی تجاویز تھیں۔ بادشاہ قدرتاً بہت مایوس ہوئے چنانچہ انھوں نے ریزیڈنٹ کو ایک تحریر بھیجی جس میں لکھا کہ "گورنر جنرل نے ان معاہدوں اور وعدوں کے ایفاء میں دوسروں کی طرح کوئی دلچسپی نہیں لی حالانکہ یہ معاہدے گورنمنٹ کے آئین میں داخل تھے۔

مکتوبی رسم وراہ جس کو کچھ عرصہ پہلے بند کر دیا گیا تھا اور جس سے بادشاہ تشکوک میں مبتلا تھے وہ بادشاہ کے خیال میں لارڈ امہرسٹ سے ملاقات کے بعد از سر نو جاری ہو جاتے۔

کول بروک کا تقرر جب بحیثیت ریزیڈنٹ دہلی عمل میں آیا تو تجدید مراسلت تو ضرور ہو گئی لیکن ان سے وہ جملے محو کر دئے گئے جن سے برٹش گورنمنٹ کی سیاسی وابستگی کا اظہار ہوتا تھا۔

(باقی آئندہ)